ارمغان حرم

حفیظ تائبؔ کی نعت نگاری

☆احمد ندیم قاسمی

پروفیسر حفیظ تائب مرحوم کی خدمات کا ایک طویل دور ہے، اس حوالے سے، احمد ندیم قاسمی مرحوم کا ایک مضمون نذر قارئین ہے، جس میں حفیظ تائب مرحوم کی ''نعت خوانی'' کا علمی اور فکری تجزیہ کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

چودھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جن نعت نگاروں نے اردو نعت کو موضوع اور مواد کے معاملے میں نئے انداز سے سجایا اور سنوارا ہے، ان میں حفیظ تائب کا نام بوجوہ، غیر معمولی حد تک نمایاں ہے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے وجود گرامی سے شدید عشق کے علاوہ ان کی زندگی بخش اور زندگی افروز تعلیمات کو بھی اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے اور یوں صنف نعت کی حدود کو آفاق گیر حد تک پھیلایا ہے۔ اس پھیلاؤ نے نعت کو موضوع و اظہار کی جو وسعتیں عطا کی ہیں، ان کی جھلک اردو نعت میں اس سے پہلے ذرا کم کم ہی دکھائی دیتی تھی۔ اس کے باوجود اس قدیم نعت کا بھی ایک اپنا معیار اور کردار ہے اور اس کی اپنی منفرد افادیتیں بھی ہیں، مگر حفیظ تائب نے صنف نعت پر بعینہٖ وہی احسان کیا ہے، جو غالب، اقبال، اور آج کے بعض نمایاں شعراء نے غزل پر کیا ہے کہ اسے ''عورتوں سے گفتگو'' کے معیار سے بلند کر کے ہمہ گیر انسانی اور سماجی مسائل کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ حفیظ تائب کی نعت عشق رسول ﷺ سے بھی منور ہے اور ساتھ ہی پیغام نبوت سے بھی کسب نور کر رہی ہے۔ یوں سمجھیے کہ حفیظ تائب کی نعت حضور علیہ السلام کے وجود گرامی کی کائنات گیری کا اظہار ہے۔

حفیظ تائبؔ کے زیر نظر مجموعہ نعت ''وسلّموا تسلیما'' میں حمد و مناجات کے باب کے تحت ایک دعائیہ شعر وارد ہوا ہے۔

اس مجموعہ نعت کے بارے میں یہ تحریر حضرت ندیم قاسمی نے سفر حج کے دوران حرم نبوی میں آغاز کی اور مکہ معظمہ میں اختتام کو پہنچی، اس لیے اسے ارمغان حرم کا نام دیا گیا ہے۔

زوال آمادہ ہیں ہر چند اعصاب و قویٰ پھر بھی،
جواں رکھ میرے جذبوں کو، مرے لفظوں کو اُجلا کر

میرے اندازے کے مطابق حفیظ تائب کی یہ دعا قبول ہوئی ہے، بلکہ زیادہ ہی قبول ہوئی ہے کہ ان کے جذبوں میں صرف جوانی ہی نہیں نوجوانی کی حدتیں ہیں اور ان کے الفاظ اُجلے ہی نہیں بلکہ ان میں سے عقیدت و اعتماد کا اجالا پھوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

اس مجموعے میں صرف غزلیہ ہیئت کی نعتیں شامل نہیں ہیں بلکہ نعتیہ نظمیں بھی ہیں، آزاد نعتیہ منظومات بھی ہیں، قصائد بھی ہیں اور نئی نئی بحروں کے تجربے بھی ہیں۔ یوں سمجھیے کہ حفیظ تائب کے ہاں جذبے کا اتنا وفور ہے کہ انہوں نے شاعری کی ہر صنف کو اس وفور کے اظہار کے لیے آزمایا ہے اور ان تجربات کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ اصل میں ان کے ہاں نعتیہ موضوعات کا اس قدر تنوع ہے کہ انہیں ''وسعتِ بیاں'' کی ضرورت محسوس ہوئی اور وہ محض ایک ہیئت کی ''تنگنا'' سے نکل گئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اصنافِ اظہار میں اس پھیلاؤ نے ان کے متنوع موضوعات کو بوقلموں بنا دیا ہے۔ نعتیہ نظم میں جذبات و خیالات کی دھنک دکھائی دے رہی ہے اور دھنک بھی ایسی جس کے رنگ پختہ اور دائمی ہیں۔

حفیظ تائب نے کسی زمانے میں نہایت خوبصورت غزلیں بھی کہیں بلکہ ان کا فن غزل ہی میں جوان ہوا۔ یوں وہ غزل کے تربیت یافتہ نعت نگار ہیں اور اسی لیے ان کے ہاں اظہار کی پختگی اعجاز کے حدوں کو چھوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ایک غزل گو اور نعت نگار کے لیے آزاد نظم کہنا ذرا مشکل ہوتا ہے جس طرح سراسر آزاد نظم کہنے والے ن۔م۔ راشد نے اپنے دوسرے مجموعہ کلام ''ایران میں اجنبی'' میں اپنی چند غزلیں درج کر کے یہ ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ عمر بھر آزاد نظم کہتے رہنے کی وجہ سے راشد کا سا بڑا شاعر بھی صنفِ غزل کے مطالبات سے کتنی دور نکل گیا تھا، چنانچہ غزل اس کا میدان ہی نہیں رہا تھا۔ مگر حفیظ تائب عمر بھر پابند شاعری کرتے رہنے کے باوجود آزاد نظم میں بھی ہر لحاظ سے کامیاب رہے ہیں۔ ان کی ایک ہی نظم ''زریں افق'' دیکھ لیجیے، جس کا موضوع آستانہ نبوت ہے اور جو جملہ فنی معیاروں کے مطابق

ایک گٹھی ہوئی اور مکمل نظم ہے۔ ایک اور نظم ''نور ظہور'' ہے۔ اس کے چھ ذیلی عنوانات ہیں مگر یہ سب نظمیں ایک وحدت کی لڑی میں پروئی ہوئی ہیں۔ آزاد شاعری میں اظہار کی جو آزادی ہے، اس سے تائب نے یہاں بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، چھ ذیلی عنوانات کے تحت ہر نظم بجائے خود ایک وحدت ہے، مگر یہ سب نظمیں اس طرح مربوط ہیں کہ ایک بڑی نظم کی تکمیل میں حصہ دار ہیں اور اس نظم کو، جو آزاد ہونے کے باوجود ایک طرح سے پابند بھی ہے، نعتیہ شاعری کی معراج قرار دیا جاسکتا ہے۔

آزاد نظم کے علاوہ حفیظ تائب نے ان نئی بحور میں بھی چند نعتیں کہی ہیں، جو پنجابی شاعری میں تو مستعمل ہیں، مگر اردو کے لئے اجنبی ہیں۔ اس مجموعے میں ''صاحبؐ خیر کثیر'' کے عنوان سے جو نعتیہ سانیٹ شامل ہے، اس میں پنجابی شاعری کے شاہکار ''ہیر وارث شاہ'' کی بحر برتی گئی ہے۔ یہ بحر پنجابی لہجہ سے تو پوری طرح ہم آہنگ ہے، مگر اس بحر میں اردو شاعری کرنے پر صرف قادر الکلام شعرا ہی حاوی ہو سکتے ہیں اور حفیظ تائب نے اس قادر الکلامی کا غیر فانی ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ یہ سانیٹ نویسی کی زوال پذیر روایت ایک بار پھر زندہ کر دی گئی ہے۔ ''ہیر'' کی دشوار بحر میں حفیظ تائب نے ایک نعت بھی (جتنی الجھنیں ہیں، جتنی کلفتیں ہیں) اسی مہارت سے لکھی ہے۔ اس بحر کا انداز نہایت لطیف اور سہج سہج سا ہے، جیسے شاعر جس طرح پڑھنے سننے والوں کو متاثر کر رہا ہے، اسی طرح خود بھی متاثر ہو رہا ہے۔ وہ ہر لفظ نہایت سوچ سمجھ کر، ادب کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔ رک رک کر، جھوم جھوم کر کہ اظہار بھی بے دریغ رہے، کوئی گستاخی بھی سرزد نہ ہو اور حق بھی ادا ہو جائے، اس لحاظ سے یہ بحر نہایت مؤثر ہے۔ اسی طرح پنجابی کے منظوم قصوں کی ایک مقبول بحر (فعلن فعلن فاعلن، فعلن فعلن فع) بھی ایک نعت میں برتی گئی ہے (مرکز میرے فکر کا وہ مکی محبوبؐ)۔ یوں اظہار کے تنوع نے حفیظ تائب کو یہ نئی بحریں آزمانے پر اکسایا ہے اور قطعی غیر شعوری طور پر انہوں نے اردو کی مروجہ مقبول بحروں میں کارآمد اضافے کرنے کا آغاز کیا ہے۔

میں حفیظ تائب کی قادر الکلامی کے تذکرے میں اس نکتے کی وضاحت بھی ضروری

سمجھتا ہوں کہ مجھے طویل اور بھاری بھرکم الفاظ پر مشتمل ردیفوں سے ہمیشہ چڑ رہی ہے، مگر حفیظ تائب نے اس نوع کی ردیفوں کے جواز کے ایسے قرینے پیش کیے ہیں کہ مجھے اپنا یہ نقطۂ نظر باطل ہوتا ہوا محسوس ہوا ہے کہ طویل یا بوجھل ردیف شاعر کے خیالوں کے لئے زنجیر بن جاتی ہے۔ ذرا ''زمیں جگمگائی فلک جگمگایا'' ''ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا'' ''سرکار توجہ فرمائیں'' اور ''دیکھنا اور سوچنا'' کی ردیفوں والی نعتیں ملاحظہ کیجئے اور ''کتاب پیغمبرؐ'' اور ''اللہ الصمد'' کے ساتھ ہی ان ردیفوں کی نعتیں بھی پیش نظر رکھیئے: سید البشرؐ، آقائے نامدار مصطفیٰ ﷺ یا مصطفیٰ، سید عالمؐ، آقا حضورؐ، خواجہ لولاکؐ، شاہ اممؐ، ختم رسلؐ، سرور دینؐ۔ ان ردیفوں کے ساتھ اتنی مکمل اور مؤثر نعتیں کوئی قادرالکلام شاعر ہی کہہ سکتا ہے اور حفیظ تائب نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کا قلم ہر رکاوٹ کو پانی کرتا چلا جاتا ہے۔

پھر حفیظ تائب نے پنجابی شاعری کی مشہور صنف ''سی حرفی'' کو بھی کمال مہارت سے ایک طویل نعت میں برتا ہے۔ اردو کے قارئینِ شاعری کو مختار صدیقی مرحوم نے ''سی حرفی'' سے متعارف کرایا تھا، مگر حفیظ تائب نے اپنی ''سی حرفی'' میں یہ اپج برتی کہ مروجہ سی حرفیوں میں تو ہر بند ایک حرف تہجی کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور اسے ی تک تمام حروف کو ترتیب کے ساتھ بند کے آغاز میں لایا جاتا ہے، مگر حفیظ تائب ان حروف تہجی کو اسی ترتیب کے ساتھ ہر بند کی ردیف کے آخری حرف کے طور پر لائے ہیں اور یوں اس صنف میں ایک طرح سے وسعت پیدا کی ہے۔ ان کی اس ''سی حرفی'' کا نام ''زمزمہ درد'' ہے اس میں انہوں نے عشق رسول ﷺ کا اظہار اتنی روانی اور آہنگ کے ساتھ کیا ہے کہ اس کے لیے ''زمزمے'' کے عنوان کا جواز بغیر کسی تردد کے سمجھ میں آجاتا ہے۔

اپنی نعتوں میں بھی حفیظ تائب کا لہجہ وہی ہے، جو وہ عام زندگی میں برتتے ہیں۔ محال ہے جو کوئی ایک لفظ بھی اونچی آواز میں ادا کریں۔ اس نرم گفتاری نے ان کی نعت کو بھی سجایا ہے حضور ﷺ کے ساتھ عشق و عقیدت کی انتہائی شدت کے اظہار میں بھی وہ اونچا نہیں بولتے، ورنہ بیشتر شعراء تو اس مقام پر باقاعدہ نعرہ زن ہو جاتے ہیں۔ ان کا ایک شعر ہے:

ذہن میں رکھ آیہ لا ترفعوا اصواتکم

بات کر طبع پیمبرؐ کی نفاست دیکھ کر

طبع پیمبرؐ کی اس نفاست کو انہوں نے نہ صرف اپنی نعتوں کے ایک ایک لفظ میں، بلکہ عام زندگی میں بھی، بڑے التزام کے ساتھ پیش نظر رکھا ہے۔ یہ نرم لہجہ بڑا ہی گمبھیر ہے، جیسے حضورﷺ کے ارشادات و فرمودات کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر تہوں سے موتی چنے جانے کا عمل جاری ہے، ایک جگہ کہا ہے:

میری گراں بہا متاع

عشق حبیبؐ کبریا

اور یہ متاع اس انتہا کی گراں بہا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا میرے لیے دشوار ثابت ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عشق حفیظ تائب کی رگوں میں خون کی طرح رواں ہے۔ بھلا اس عشق کی کوئی حد کہاں دستیاب ہو جو اس اعتراف سے بھی گریز کی ضرورت نہ سمجھے کہ:

کھڑا باب کعبہ پہ ہوں اور تائبؔ

پیمبرؐ کی صورت مرے سامنے ہے

یوں تو حفیظ تائب کا تمام تر نعتیہ کلام وجد آفریں ہے، مگر نعتیہ قصیدہ کہتے ہوئے ان پر جو وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے، وہ اپنا جواب آپ ہے۔ ''نور منشور'' اس کی ایک مثال ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعر محبوبؐ خدا اور اپنے مرکز فکر کے حضور حاضر ہے اور ان کی مدح میں یوں رطب اللسان ہے جیسے عبادت کر رہا ہے۔ نظم ''آیات رحمت'' میں حفیظ تائب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اتنی بلاغت سے پیش کیا ہے، جیسے ایک ایک شعر میں ایک ایک نعت سمو دی گئی ہے۔

حفیظ تائب کی نعت نگاری کی ایک اور خصوصیت ان کا عصری شعور ہے جس کے حوالے سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فریاد کناں ہوتے ہیں۔ وہ نعت میں اس شعور کو اتنے کمال فن سے تحلیل کرتے ہیں کہ نعت تو نعت ہی رہتی ہے مگر پڑھنے سننے والا اپنے

گرد و پیش سے آگاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور عالم اسلام پر چھائی ہوئی ادبار کی گھٹاؤں کے خلاف اس کے اندر وہ شدید جذبہ بیدار ہوتا ہے جو حضورؐ کی تعلیمات سے توانائی حاصل کرتا ہے۔ پڑھنے والوں کو عصری مسائل کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دینا بجائے خود ایک بڑا کارنامہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں زوال جبھی آتا ہے، جب وہ اپنے ذہن سے سوچنا ترک کر دیتے ہیں اور حضورؐ کی تعلیمات کو فراموش کرنے کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ حفیظ تائب نے جس درد و کرب سے امت مسلمہ کا مقدمہ حضورؐ کے سامنے پیش کیا ہے اس سے مجھے مولانا ظفر علی خان مرحوم یاد آجاتے ہیں کہ ان کی بیشتر نعتوں کا بنیادی نکتہ بھی یہی ہے۔ اس انداز کی نعتوں میں بطور خاص یہ نعتیں بے حد موثر اور کامیاب ہیں ۔

مزاج زندگی ہے سخت برہم سید عالمؐ

اور

آمادۂ شر پھر ہیں ستم گر مرے آقاؐ

غزل کی ہیئت میں کہی جانے والی نعتوں میں حفیظ تائب آج بھی ہمیشہ کی طرح، دلوں میں اتر جانے والے اشعار کہہ رہے ہیں:

پہلی ساری نبوتوں کے کمال
جمع ہیں آخری رسالت میں
ان کے رستے میں جب قدم اٹھے
سنگ رہ حوصلہ بڑھانے لگے

....

بارگاہ پاک میں پہنچے ثنا کرتے ہوئے
مدعا پایا ہے عرض مدعا کرتے ہوئے
تھام کر دامن کو ان کے بے محابا رو دیا
میں کہ گھبراتا تھا ان کا سامنا کرتے ہوئے

ہیں تری ذات پہ سو ناز گنہگاروں کو
کیسے بے ساختہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے ہیں

....

گلوں سے دل کی زمینوں کو بھر دیا تو نے
ضمیرِ تیرہ کو گلنار کر دیا تو نے!

....

نورِ نگاہِ خلق ہو، رنگ رخ حیات ہو
زینتِ عرش و فرش ہو، رونق شش جہات ہو

یہی وہ مقام ہے جہاں حفیظ تائب کی نعت عصرِ رواں کی نعتیہ شاعری کا عنوان قرار پا جاتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی

<u>مدینہ منورہ۔ مکہ مکرمہ</u>

۱۶ جون تا ۲۶ جون ۱۹۸۸ء

بشکریہ وَسَلِّمُوا تَسْلِیمًا (حفیظ تائب کا نعتیہ شعری مجموعہ) مطبوعہ القمر انٹرپرائزز۔ لاہور

(ادارہ)

اس کتاب کا ایک نسخہ مرحوم حفیظ تائب نے ان الفاظ کے ساتھ راقم الحروف کو اپنے دستخطوں کے ساتھ پیش کیا تھا:

جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب کے تبحرِ علمی کو سلامی، حفیظ تائب

۱۶۔ جولائی ۱۹۹۸ء

(محمود الحسن عارف)